احرار کی تحریک ردقادیانیت اور اس کے دینی و سیاسی محرکات

مجلس احرار اسلام اور قادیانی دو متحارب قوتیں ہیں احرار، اسلام کے نمائندہ اور قادیانی کفر و ارتداد کے۔ جو گذشتہ پون صدی سے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہیں۔ اور نہ جانے ابھی کتنا عرصہ یہ آویزش، درمیان حق و باطل جاری رہتی ہے۔ مشیت ایزدی ہے کہ حق و باطل کے درمیان آویزش جاری رہے تاکہ حق و باطل کے درمیان فرق ابھر کر سامنے آسکے اور عامۃ المسلمین گمراہی سے محفوظ رہیں۔

امتیاز حق و باطل کے لئے خیر و شر کے درمیان آویزشیں

قادیانیوں کے خلاف مجلس احرار اسلام کی یہ جنگ اور اس کے محرکات ہم سب پر واضح ہیں لیکن شاید ابھی کچھ لوگ ایسے بھی اس ملک میں ہیں جو اس جنگ کے اصل محرکات سے ناواقف ہیں۔ ایسے احباب کے لئے زیر نظر مضمون مفید ثابت ہوگا۔ پچھلے دنوں تلہ گنگ سے بزرگ احرار ساتھی جناب رفیق غلام ربانی صاحب کا ایک خط میرے نام آیا جس کے ساتھ ہی ایک قادیانی مضمون نگار کے مضمون کی ایک فوٹوسٹیٹ کاپی بھی تھی جو اسلام آباد کے روزنامہ "الاخبار" میں چھپا، جس میں مجلس احرار اسلام پر کیچڑ اچھالنے کی کوشش کی گئی تھی اس کے چند روز بعد ہی محترم بھائی سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کا مضمون بہ عنوان "ایک مرزائی کے خط کے جواب میں" نقیب ختم نبوت جولائی ۱۹۹۶ء کے شمارے میں پڑھا۔ یہ سب مل ملا کے اس مضمون کا باعث بن گئے۔ حالانکہ یہ حقیقت اپنی جگہ موجود ہے کہ ایسے مضامین قادیانی حضرات اپنے خبث باطن کی تسکین اور اس ہزیمت کے ازالے کے لئے جو انہیں جماعت احرار کے ہاتھوں اٹھانا پڑی، لکھتے ہیں وہ بے چارے اپنے زخم چاٹتے ہیں جو انہیں مجلس احرار کے ہاتھوں لگے۔ اور میں سمجھتا ہوں کہ اس کا قادیانیوں کو حق بھی حاصل ہے کہ ہم نے بھی تو "کہاں کہاں نہ پہنچے تیری دید کی لگن کو" کے مصداق کس کس محاذ پر انہیں شکست سے دوچار نہیں کیا۔ اللہ کے فضل و کرم اور مسلمانوں کے تعاون سے احرار نے قادیانیوں کے مذموم مقاصد کی ہر راہ کامیابی کے ساتھ روکی ہے اور انہیں ہمارے ہاتھوں ہر محاذ پر شکست کا سامنا کرنا پڑا۔ اب اگر وہ کھسیانی بلی کھمبا نوچے کے مصداق کبھی ہم پر پھبتی کس لیتے ہیں یا چٹکی بھر لیتے ہیں تو اس میں کیا مضائقہ ہے

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا بہ امروز
چراغِ مصطفوی سے شرارِ بولہبی

۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور ۱۸۹۲ء میں امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری پیدا ہوئے۔ اللہ تعالیٰ کے قربان جائیے کہ ایک سال کے قلیل عرصہ میں قادیانی فتنے کے سدباب کے لئے اس شخصیت کو پیدا کر دیا جو قادیانی دجل کا پردہ چاک کرنے والی ہر تحریک کا مرکزی کردار ثابت ہونے والا تھا۔ یوں ہر فرعون را موسیٰ کے مصداق امیر شریعت کی قیادت میں قادیانی فریب کے یوں بخیئے ادھڑے ہیں کہ جس کی مثال موجود

نہیں۔ اب صورت حال یہ ہے کہ قادیانیت کا کوئی ذکر احرار کے بغیر مکمل نہیں اور اسی طرح اگر ردِ قادیانیت کی بات تاریخ احرار سے حذف کر دی جائے تو احرار کی تاریخ نامکمل رہ جاتی ہے۔

نسبت سے تیری شہر میں بدنام ہوگئے
الزام کی طرح کبھی دشنام کی طرح
ہم بھی کتاب عشق میں محفوظ ہوگئے
اے یادیار مجنوں بدنام کی طرح

مجلس احرار اسلام مسلمانوں کی پہلی جماعت ہے جسے جماعتی حیثیت میں قادیانیوں کا محاسبہ کرنے کا اعزاز حاصل ہے۔ مجلس احرار اسلام سے پہلے چند علماء کا نام تاریخ کی کتابوں میں محفوظ ہے، جنہوں نے انفرادی طور پر اس فتنے کے مؤثر سدباب کے لئے اپنی عمریں کھپادیں۔ اور ان کے کام کے مثبت نتائج بھی برآمد ہوئے۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا غلام دستگیر قصوری، مولانا عبدالمنان وزیر آبادی اسی طرح سے لدھیانہ سے مولانا محمد عبداللہ اور عبدالعزیز بھی اسی صف شمار ہوتے ہیں۔

یہ غالباً ۱۹۱۶ء کا واقعہ ہے کہ امرتسر کے بندے ماترم ہال میں مرزا بشیرالدین محمود جو قادیانیوں کے دوسرے خلیفہ تھے، کی تقریر کا اعلان کیا گیا اور عام مسلمانوں کو بھی دعوت دی گئی۔ دوسرے لوگوں کے ساتھ وہاں مجمع میں حضرت امیر شریعت بھی موجود تھے۔ دوران تقریر مرزا بشیر الدین محمود نے حضورﷺ کی ایک حدیث بیان کی۔ جسکا مفہوم تھا کہ اگر سیدنا موسیٰ و عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو حضور کی ہی شریعت کی پیروی کرتے۔ یعنی حدیث میں تحریف کر کے سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کا نام شامل کر لیا۔ مرزا بشیرالدین محمود نے مسلمانوں کو گمراہ کرنے اور مسلمانوں کو یہ باور کرانے کی کوشش کی کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی عام انسانوں کی طرح فوت ہوچکے ہیں۔ اس پر امیر شریعت نے کھڑے ہو کر مرزا بشیرالدین محمود کو ٹوکا اور گرج دار آواز میں کہا کہ حدیث ٹھیک پڑھو۔ مرزا بشیرالدین نے دوبارہ حدیث غلط پڑھی تو امیر شریعت نے اسے پھر ٹوکا۔ یہ سلسلہ دوچار مرتبہ دہرایا گیا حتیٰ کہ امیر شریعت خود سٹیج پر چڑھ گئے۔ مرزا بشیرالدین ہال سے بھاگ گیا۔ امیر شریعت نے حدیث مبارکہ صحیح تلاوت کی جس میں صرف اور صرف حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر تھا۔ اور مرزا بشرالدین کے دجل کا پردہ چاک ہو کر رہ گیا۔ یہ وہ معرکہ تھا جسے احرار قادیانیت ٹکراؤ کا نقطۂ آغاز کہا جاسکتا ہے۔ وقت کے ساتھ ساتھ یہ ٹکراؤ اتنا شدید ہوتا گیا کہ اب اس کی گونج اکناف واطراف میں صاف سنائی دیتی ہے۔ اور قیامت تک سنائی دیتی رہے گی۔

مجلس احرار اسلام نے قادیانیت کا اتنی شدت کے ساتھ جو محاسبہ کیا ہے تو اسکی بنیادی وجہ یہ ہے کہ مجلس احرار اسلام قادیانیت کو مسلمانوں کے دینی عقائد کے خلاف ایک گہری سازش اور فتنہ قرار دیتی ہے۔ قادیانیت کے عقائد باطلہ کو اگر خدانخواستہ تسلیم کر لیا جائے تو اس سے دین اسلام کا اساسی عقیدہ ختم نبوت سرے سے باقی ہی نہیں رہتا جس پر دین اسلام کی ساری عمارت قائم و دائم ہے۔ اہل اسلام پر خداوند تعالیٰ کے جہاں اور انعام و اکرام اور احسانات ہیں وہاں ایک عظیم احسان یہ بھی ہے کہ دین اسلام کے بنیادی عقائد قیامت تک کے لئے محفوظ ہوچکے ہیں۔ اب دین اسلام سے نہ تو کوئی عقیدہ نکالا جاسکتا ہے اور نہ کوئی نیا عقیدہ داخل کیا جاسکتا ہے۔ کیونکہ حضور اکرم

ﷺ کی ذات اقدس پر دین اسلام کی تکمیل ہو چکی ہے۔

اک اینٹ رہ گئی تھی نبوت کے قصر میں
آپ آگئے تو ختم یہ تعمیر ہو گئی

دین اسلام کے بنیادی ماخذ قرآن اور حدیث ہیں۔ قرآن کریم کی حفاظت کی ذمہ داری خود اللہ تعالیٰ نے اٹھا رکھی ہے۔ یہی سبب ہے کہ جب بھی دشمنان اسلام کی طرف سے دین اسلام اور امت مسلمہ کی ملی وحدت کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی گئی تو اسکا بڑی شدت کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور دشمنوں کو سوائے ناکامی کے اور کچھ حاصل نہیں ہوا۔ جہاں اور جب بھی حضور ﷺ کے منصب ختم نبوت کو مجروح کرنے کی کوشش ہوئی تو علماء اور عام مسلمانوں نے پوری قوت کے ساتھ منصب ختم نبوت کی حفاظت کی اور کامیابی حاصل کی۔ اکبر کے "دین الٰہی "میں بھی یہی صورت تھی۔ دراصل ابوالفضل اور فیضی دونوں ایسی صورت پیدا کرنا چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز و محور حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس نہ رہے جسکے بعد مسلمانوں کو سیکولرازم کی جانب دھکیلنا یا پھر انہیں گمراہ کرنا کوئی مشکل کام نہیں رہتا۔ اگر انسان کی نجات کے لئے حضور اکرم ﷺ کی ذات اقدس پر ایمان لانا ضروری نہیں رہتا جیسا کہ "دین الٰہی" کا یہ ایک بنیادی عقیدہ قرار دیا گیا تو پھر حضور اکرم ﷺ کی کیا حیثیت و اہمیت رہ جاتی ہے۔ آپکے منصب و مقام کی جو اہمیت اس وقت مسلمانوں کے دل میں موجود ہے وہ باقی نہیں رہتی اور یہی صورت اس وقت بھی پیدا ہوتی ہے جب حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی دوسرے شخص کو نبی تسلیم کر لیا جائے۔ اگر حضور ﷺ کے بعد بھی نبی آسکتے ہیں اور دین اسلام میں ترمیم و اضافہ ہوسکتا ہے۔ تو پھر مسلمانوں کی نہ وہ مرکزیت رہتی ہے اور نہ ہی حضور اکرم ﷺ کا وہ مقام و مرتبہ قائم رہتا ہے۔ جسے قائم رکھنا دین اسلام کا بنیادی تقاضا ہے۔ اب قیامت تک کے لئے توحید الٰہی پر بھی ایمان لانے کے لئے رسالت محمدی پر ایمان لانا ضروری ہے۔ سیرت کی کتابوں میں ایسے واقعات موجود ہیں کہ جب آپ ﷺ نے مواحدین مکہ کے سامنے اسلام پیش کیا تو انہوں نے یہی جواب دیا کہ ہم نے تو یہ سب کچھ پہلے ہی تسلیم کر رکھا ہے۔ اور انہی عقائد پر عمل پیرا ہیں۔ اس پر وحی الٰہی کے ذریعے حضور ﷺ سے کہا گیا ہے کہ اے محبوب ان سے کہہ دیجئے کہ اب ان کی توحید بھی اس وقت تک مستند نہیں ہے۔ جب تک یہ لوگ آپ کی رسالت پر ایمان نہیں لاتے۔ آپ کی رسالت پر ایمان لانے کا

مقصد صرف یہ نہیں کہ آپ کو رسول تسلیم کر لیا جائے بلکہ رسالت مآب کی رسالت میں جو عقیدۂ ختم نبوت موجود ہے وہ ایک بنیادی تقاضا ہے جس کے بغیر حضور اکرم ﷺ کی رسالت سرے سے مکمل ہی نہیں ہوتی۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ میں خداوند تعالیٰ کی ہستی کو تسلیم کرتا ہوں لیکن اس ہستی کو وحدہ لاشریک تسلیم نہیں کرتا تو ظاہر ہے کہ ایسا شخص سرے سے مسلمان ہی نہیں رہتا۔ اگر یہی شخص یہ ہے کہ دیکھئے میں اللہ تعالیٰ کو تسلیم کرتا ہوں اس کے باوجود مسلمان مجھے مسلمان تسلیم نہیں کرتے تو اس کے جواب میں یہی کہا جائے گا کہ بھلے مانس اللہ تعالیٰ کو اس طرح تسلیم کرو جس طرح حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔ بالکل اسی طرح ایک شخص حضور اکرم ﷺ کو رسول تو تسلیم کرتا ہے لیکن آپ کی ذات اقدس کو خاتم النبیین تسلیم نہیں کرتا اور آپ کے بعد کسی دوسرے کو نبی مان لیتا ہے تو اس کا مطلب بھی یہی ہے کہ ایسا شخص حضور اکرم ﷺ پر ایسے ایمان نہیں رکھتا

جس طرح اسے حضور ﷺ کی تعلیمات کی روشنی میں ایمان لانا چاہیئے تھا۔ کیونکہ ختم نبوت کے بغیر حضور ﷺ کا مقام و مرتبہ متعین ہی نہیں ہوتا اور جب تک حضور ﷺ کے مقام و مرتبہ کو تسلیم نہ کیا جائے اس وقت تک اگر کلام یا پیغام نبوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو اس سے کچھ فرق نہیں پڑتا۔ کذاب بھی حضور ﷺ کو رسول تسلیم کرتا تھا۔ آج بھی تاریخ میں وہ خطوط موجود ہیں جس میں مسیلمہ کذاب نے آپ ﷺ کو رسول تسلیم کیا اس کے باوجود اس کے خلاف فوج کشی ہوئی تو محض اس وجہ سے کہ وہ حضور ﷺ کے مقام اور مرتبے سے انکاری تھا۔ وہ کہتا تھا کہ آپ بھی نبی ہیں اور میں بھی نبی ہوں۔ قادیانیوں کا بھی یہی معاملہ ہے کہ یہ لوگ حضور ﷺ کی رسالت کو بظاہر ماننے کے بعد آپ کے خاتم النبیین ہونے کو تسلیم نہیں کرتے اور آپ کے بعد غلام احمد کو نبی تسلیم کرتے ہیں۔ نہ تو حضور ﷺ کے بعد مرزا غلام احمد تک کسی کو نبی مانتے ہیں اور نہ ہی غلام احمد کے بعد کسی مدعی نبوت پر ایمان لاتے ہیں گویا وہ مرزا غلام احمد پر سلسلۂ نبوت کو ختم گردانتے ہیں اور ہم مسلمان حضور ﷺ پر سلسلۂ نبوت ختم ہونے کو عقیدے کا لازمی حصہ قرار دیتے ہیں۔ اس طرح منطقی طور پر قادیانیوں نے حضور ﷺ کے مقابلے میں مرزا غلام احمد کو آخری نبی کے طور پر مسلمانوں کے سامنے پیش کیا۔ جو صریحاً تعلیمات اسلام کے خلاف بغاوت ہے اور دین اسلام کے خلاف ویسے ہی ایک سازش ہے جس طرح اکبر کا "دین الٰہی" اسلام کے خلاف ایک مکمل سازش تھی، اسی طرح ہندوستان کی سرزمین پر ایک تحریک بھگتی تحریک کے نام سے بھی مشہور ہے یہ بھی اسلام کے خلاف سازش تھی جس میں اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا پرچار تو بڑی شدت کے ساتھ تھا مگر حضور اکرم ﷺ کی رسالت کا یا پھر انکی ختم نبوت کا کہیں کوئی ذکر موجود نہیں تھا۔ ان تمام سازشوں کا مقصد مسلمانوں کی ملی شناخت کو مجروح کرنا اور مسلمانوں سے حضور اکرم ﷺ سے عقیدت کا دامن چھڑانا ہے جسکے بعد سرے سے کوئی شخص مسلمان کہلانے کا مستحق نہیں رہتا۔ علامہ مرحوم محمد اقبال نے اسلام کے اسی بنیادی عقیدہ ختم نبوت کو اپنے اشعار میں یوں بیان کیا ہے۔

لا نبی بعدی ز احسانِ خدا است پردۂ ناموسِ دینِ مصطفےٰ است

قوم را سرمایۂ قوت ازو حفظِ سرِ وحدتِ ملت ازو

دل ز غیر اللہ مسلمان می کند نعرۂ لا قوم بعدی می زند

ختم نبوت کے بغیر رسالت کا عقیدہ مکمل نہیں ہوتا اور رسالت کا ہی یہ معجزہ ہے کہ بے شمار نسلوں اور بے شمار ثقافتوں کے لوگ ایک مرکز پر آ کر ہم نوا اور ہم مدعا ہو جاتے ہیں۔ کثرت ایک نقطۂ وحدت میں آ کر سرخرو ہوتی ہے اور یہی وہ وحدت ہے جو ہمارے دل و دماغ میں رچ بس گئی ہے اور ہم زندۂ جاوید ہو گئے۔ اب افراد آتے اور جاتے رہیں گے زمانہ اپنے تغیرات کو ساتھ لئے اپنی منزل کی جانب یونہی رواں دواں رہے گا لیکن ملت اسلامیہ ان تمام حالات سے بے نیاز ہو کر محض نسبت حضور اکرم ﷺ کے بل بوتے پر ہمیشہ دائم و قائم رہے گی۔ یہ سب کچھ اس لئے ہو گا کہ حضور اکرم ﷺ پر دین مکمل ہو گیا۔ جیسے آپ خاتم النبیین ہیں ویسے آپ ﷺ کی امت خاتم الامم ہے۔ ملت اسلامیہ کے علاوہ جتنی بھی دنیا کے اندر دوسری اقوام ہیں یا آئندہ چل کر قائم ہوں گی وہ سراسر آئینِ فطرت کے خلاف ہوں گی یہ اس لئے کہ یا تو وہ نسل کی بنیاد پر قائم ہوں گی یا پھر وطن کی بنیاد پر لیکن یہ سب بنیادیں ملتِ اسلامیہ کی بنیاد کے سامنے اس قدر کمزور اور بے جان ہیں کہ ان کا ہمیشہ کے لئے برقرار رہنا ایک ناممکن

سی بات ہے۔ حق کے مقابلے میں باطل کی عمر ہمیشہ کم رہی ہے اب کوئی نیا نبی یا نئی قوم اسلامی تعلیمات سے بڑھ کر اپنے اندر وسعت، گہرائی یا کشش پیدا نہیں کر سکتی بلکہ نئی قوم، نئے مذہب سے انسانوں کے اندر مزید تفرقہ و تفریق پیدا ہو گئی۔ یوں آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس پوری انسانیت کے لئے سراپا رحمت ہے کہ جن کے دم بہ دم سے نہ صرف ملت اسلامیہ بلکہ ایک طرح سے پوری انسانیت قیامت تک کے لئے مختلف طبقوں اور فرقوں میں بٹنے سے محفوظ و مامون ہو گئی۔ یہی بات آپ کے رحمت العالمین ہونے کی شان کو اجاگر کرتی ہے۔ گویا آپ کے خاتم النبیین ہونے کی وجہ سے آپ کے رحمت العالمین کی صفت قائم ہے۔ بقول علامہ اقبال۔

پس خدا برما شریعت ختم کرد بر رسول ما رسالت ختم کرد

رونق از ما محفل ایام را او رسل را ختم و ما اقوام را

خدمت ساقی گری باما گذاشت داد مارا آخریں جامے کہ داشت

دین اسلام کے اس بنیادی عقیدے پر قادیانی جماعت ایک ضرب کاری لگانا چاہتی تھی۔ اکابر احرار اسلام، (اللہ ان کی قبروں کو اپنے نور سے منور کرے) جو دین اسلام کی روح اور اسلام کے مزاج شعور سے پوری طرح واقف تھے قادیانی تحریک کے خلاف سینہ سپر ہو گئے اور ایک طویل جدوجہد کے بعد قادیانی جماعت کو ان کے صحیح سیاسی و مذہبی مقام پر لاکھڑا کیا کہ اب دنیا بھر میں انہیں اسلام کے نمائندہ کی بجائے ایک لابی قوت تسلیم کیا جانے لگا ہے جو صریحاً اسلام کے خلاف ایک بغاوت کا نشان بن کے رہ گئی ہے۔ خود معاشرے کے اندر قادیانیوں کا مقام کیا ہے؟ اس کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانی ایک گالی بن گئے ہیں جسے کوئی شریف انسان برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں۔ لہذا اگر کہیں سے قادیانی جماعت مجلس احرار اسلام کے خلاف زہر اگلتی نظر آتی ہے تو اس کا انہیں پورا پورا حق حاصل ہے کیونکہ قادیانیوں کو اس بات کا بڑی شدت سے احساس ہے کہ امت مسلمہ اور اقوام عالم کے سامنے انہیں ننگا کرنے میں بنیادی کردار مجلس احرار اسلام کا ہی ہے۔

دوسری بڑی وجہ جس نے مجلس احرار اسلام کو قادیانی محاسبے پر مجبور کرنے کے لئے ایک مؤثر کردار ادا کیا، یہ تھی کہ احرار دینی جذبے سے سرشار ہو کر محض دینی تعلیمات کو پیش نظر رکھتے ہوئے بڑی جانفشانی کے ساتھ انگریزوں کی غلامی کے خلاف نبرد آزما تھے۔ احرار یہ سمجھتے تھے کہ مسلمان غلام رہ کر ہی اپنی تمدنی قوت برقرار رکھ سکتے ہیں اور نہ ہی اپنی سیاسی و دینی حیثیت کی حفاظت کا فریضہ ادا کر سکتے ہیں۔ احرار اس حقیقت سے بھی پوری طرح آشنا تھے کہ مسلمان اپنی تعلیمات کی روشنی میں اس بات کے پابند ہیں کہ اقوام عالم کو ہر نوع کی غلامی سے نجات دلا کر اللہ کی غلامی میں لاکھڑا کریں۔ نسل کی غلامی، زبان کی غلامی، ثقافت کی غلامی اور پھر سب سے بڑھ کر وطن کی غلامی، خدا کی غلامی کے راستے کی اہم رکاوٹیں ہیں۔ غلام رہتے ہوئے بھلا مسلمان اپنی ان ذمہ داریوں کو کیسے پورا کر سکتے ہیں جو ذمہ داریاں حضور اکرم ﷺ کے ختم الرسل ہونے کی وجہ سے اب امت مسلمہ کو منتقل ہو چکی ہیں۔ لہذا احرار بڑی شدت کے ساتھ انگریزی استبداد سے ٹکرا گئے۔ احرار کے جانفروش رضاکاروں کی اگر مجموعی قید فرنگ کو شمار کیا جائے تو کئی سوسالوں تک جا پہنچتی ہے۔ علاوہ ازیں احرار علماء پر جیل کے اندر ہونے والے ظلم و ستم کی داستان الگ ہے۔ مفکر احرار چودھری افضل حق کا کھڑی ہتھکڑی سے ایک بازو شل ہو گیا تو بائیں ہاتھ سے لکھنا شروع کر

دیا۔ کھانے میں پارہ اور سرمہ ملا کر کھلایا گیا جس سے آپ کی آواز بیٹھ گئی۔ گفتگو میں دقت محسوس کرنے لگے۔ ۱۹۳۹ء کی فوجی بھرتی بائیکاٹ کی تحریک میں گرفتار ہوئے تو موت سے صرف دس بارہ روز پہلے رہا کئے گئے۔ شورش کاشمیری پر جو ظلم ہوا اسکی داستان "پسِ دیوارِ زنداں" میں موجود ہے۔ جسے پڑھ کر صرف آنکھیں ہی نم آلود نہیں ہوتیں بلکہ دل بھی دہل جاتے ہیں۔ جانباز مرزا کی کتاب "آتشکدہ" کا مطالعہ کر کے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ کس جذبے سے برطانوی استعمار کے ساتھ ٹکرا گئے۔ اور بالآخر اسے شکست سے دوچار کر کے ہندوستان کو آزاد کرانے میں کامیاب و کامران ہوئے۔ مولانا احسن عثمانی جیل میں ہی دم توڑ گئے۔ مولانا حبیب الرحمن لدھیانوی کی جیل بیس برسوں پر محیط ہے، مولانا گلشیر شہید انگریزوں کے ایجنٹوں کی گولی کا نشانہ بن گئے۔ امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی زندگی کے دس برس جیل کی کال کوٹھڑیوں کے نذر ہو گئے۔ شیخ حسام الدین، ماسٹر تاج الدین انصاری، قاضی احسان احمد شجاع آبادی، مولانا عبدالرحمن میانوی سب جیل میں کئے گئے مظالم کی وجہ سے مختلف بیماریوں کا شکار ہو کر داعیٔ اجل کو لبیک کہہ گئے۔ انگریز کے خلاف جماعت احرار کی یہ جنگ محض اس لئے تھی کہ مسلمان اپنی ملی شناخت برقرار رکھ سکیں۔ احرار اس حقیقت سے آشنا تھے کہ غلامی میں قوموں کا ضمیر مردہ ہو جاتا ہے، دینی غیرت مفقود ہو کر رہ جاتی ہے اور حق و باطل کی تمیز ختم ہو جاتی ہے۔

بقول اقبال:

از غلامی دل بمیرد دربدن — از غلامی روح گردد بارِ تن

از غلامی ضعفِ پیری درشباب — از غلامی شیرِ غاب افگندہ ناب

از غلامی بزم ملت فرد فرد — این وآں بایں وآں اندر نبرد

از غلامی مردِ حق زنار بند — از غلامی گوہرش نا ارجمند

لیکن احرار کے مقابلے میں دوسری جانب قادیانی جماعت انگریزی اطاعت کا پرچار کر رہی تھی۔ انگریزی ظلم و ستم کے استحکام کے لئے برسرپیکار تھی۔ خم ٹھونک کر مسلمانوں کو انگریزوں کی غلامی قبول کرنے کا درس دے رہی تھی۔ جہاد کو حرام قرار دے کر انگریزوں کے ہاتھ مضبوط کرنے میں دن رات مصروف تھی۔ انگریزی اقتدار میں امن و سلامتی اور انگریزی فیوض و برکات کے ترانے گائے جا رہے تھے۔ جماعت احرار اور قادیانیوں کے اس تضاد نے بھی ان دو جماعتوں کو مدِ مقابل لا کھڑا کیا۔ کیونکہ جن کے خلاف احرار اپنی زندگی اور موت کی جنگ میں مصروف تھے انکی اطاعت اور ان سے وفاداری کو قادیانی اپنے لئے جزوِ ایمان سمجھتے تھے۔ یہ بعد، یہ تضاد اور اختلاف اتنا شدید تھا کہ ان کے درمیان ٹکراؤ ایک فطری اور لازمی امر تھا۔ لہٰذا یہ دو قوتیں اس شدت کے ساتھ ایک دوسرے کے خلاف ٹکرائیں کہ اس کی گونج قیامت تک ہر آنے والی نسل کے دل و دماغ سے ٹکرا ٹکرا کر انہیں بیدار رکھنے میں ممد و معاون ثابت ہو گی جسکا سارا اعزاز مجلسِ احرارِ اسلام کو جاتا ہے۔ احرار یہ سمجھتے تھے کہ قادیانیوں نے جہاد کو انگریزوں کے ایماء پر حرام قرار دے کر تبلیغ و اشاعتِ اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کی ہے اور مسلمانوں کی پیٹھ میں خنجر گھونپا ہے۔ لہٰذا احرار پوری شدت اور پوری قوت کے ساتھ آگے بڑھے کہ قادیانی اپنے آقا و مولا انگریز جن کی سلطنت میں سورج غروب نہیں ہوتا تھا کی مدد کے باوجود مسلمانوں کی نگاہ میں کافر ہی نہیں نفرت کا بھی نشان بن کے رہ گئے اور

اب!

"پھرتے ہیں میر خوار کوئی پوچھتا نہیں کے مصداق مطلع زیست پر کٹی ہوئی پتنگ کی صورت ہچکولے کھاتے نظر آتے ہیں۔

انگریزوں نے مسلمانوں کے جذبۂ جہاد سے ظائف ہو کر قادیانیوں کے مذہبی پلیٹ فارم سے جہاد کو حرام قرار دینے کی ایک اشد ضرورت تھی جو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہاتھوں پوری ہوئی۔ نہ صرف ہندوستان بلکہ پورے بلادِ اسلامیہ میں جہاں کہیں مسلمان جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر برطانوی استبداد کے خلاف نبرد آزما تھے، قادیانی جماعت نے من حیث الجماعت انگریزوں کی جاسوسی کی، جہاد کو حرام قرار دینے کی تحریک چلائی۔ افغانستان، عراق، مصر، شام حتیٰ کہ روس تک قادیانی اپنے انگریز آقاؤں کے اشارے پر پہنچے اور برطانوی امپیریلزم کو مضبوط و مستحکم بنانے کے لئے ایڑھی چوٹی کا زور لگا دیا۔ (میری کتاب "تاریخ محاسبۂ قادیانیت" میں اس عنوان سے ایک الگ باب رقم کیا گیا ہے)

اس کے بعد ہندوستان کی سیاسی تاریخ میں قادیانیوں کا جو کردار رہا ہے وہ بھی احرار کے کام، احرار کے مزاج اور احرار کے مشن کے صریحاً خلاف تھا۔ قادیانی ہندوستان میں کشمیر کو اپنا مرکز بنا کر وہاں اپنے پاؤں جمانا چاہتے تھے۔ تاکہ کشمیر کے مسلمانوں میں اثر و رسوخ حاصل کر کے اپنی سیاست سے مسلمانانِ ہند کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جائیں۔ اس کے لئے کشمیر کی سرزمین کو اس لئے بھی چنا گیا کہ ان کے غلط اور قرآن کے خلاف موقف کے مطابق کشمیر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقام مرقد بھی تھا۔ اس مقصد کے لئے انہوں نے بظاہر حمایت میں کشمیر کمیٹی میں اپنے آدمیوں کو داخل کر کے پوری کشمیر کمیٹی پر اپنا قبضہ جمانے کی کوشش کی۔ ابھی قادیانی اپنی اس سازش کے تانے بانے بن ہی رہے تھے کہ احرار ایک مرتبہ پھر قادیانیوں کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن کے آکھڑے ہوئے۔ احرار نے ایسی کشمیر کمیٹی جس پر قادیانیوں کا قبضہ تھا کی مخالفت کی۔ علامہ اقبال کو قادیانیوں کے عزائم سے آگاہ کیا جو اس وقت کشمیر کمیٹی کی اعانت کے لئے کمیٹی میں سیکرٹری شپ کے اہم عہدے پر فائز تھے۔ چنانچہ علامہ اقبال نے قادیانی ریشہ دوانیوں اور انکے خلاف اسلام اور خلاف مسلمان عزائم کے خلاف احتجاجاً استعفاء دیا۔ جس سے مرزا بشیر الدین محمود کے سارے عزائم خاک میں مل گئے جو ہندوستان کے مسلمانوں کو تباہ و برباد کرنے کے لئے اس کے پروگرام میں شامل تھے۔ اب آپ ذرا غور فرمائیں کہ اس وقت قادیانیوں کے دل پر کیا گذری ہوگی۔ وہ کیسے احرار کو معاف کر سکتے ہیں۔ مسلمانوں میں احرار کے خلاف غلط پراپیگنڈہ ان کے عقائد کا حصہ ہے۔

حالانکہ قادیانی خود در پردہ کانگریس کے ساتھ ساز باز میں مصروف رہے ہیں اور آج بھی بھارتی ایماء اور یہودی امداد کے بل بوتے پر پاکستان کے درپے آزار ہیں۔ قیام پاکستان سے پہلے لاہور میں پنڈت جواہر نہرو کا قادیانیوں نے شاندار استقبال کیا۔ پنڈت نہرو نے علامہ اقبال کے ساتھ قادیانیوں کا وکیل بن کر مناظرہ کیا۔ جس کے جواب میں علامہ اقبال نے پنڈت نہرو کو ان دلائل سے آگاہ کیا جن کی بنا پر انہیں غیر مسلم کہنے کا مسلمانوں کو حق حاصل تھا۔ انہی خطوط میں ہی علامہ اقبال نے قادیانیوں کو اسلام اور ہندوستان دونوں کا غدار قرار دے کر احرار کی تحریک ردِ قادیانیت میں ایک نئی جان پیدا کر دی۔ ریڈ کلف ایوارڈ میں قادیانیوں نے پنڈت نہرو کے ایماء پر کانگریس سے ساز باز کرتے ہوئے اپنا مقدمہ الگ پیش کر کے ضلع گورداس پور جو پہلے پاکستان میں شامل ہو چکا تھا پاکستان سے

علیحدہ کر کے ہندوستان میں شامل کرنے کی راہیں صاف کیں۔ تا کہ پٹھانکوٹ جو گورداس پور ضلع میں شامل تھا کے راستے سے کشمیر اور بھارت کا رابطہ برقرار رہے اسی پٹھانکوٹ کے راستے بعد میں بھارتی فوجیں کشمیر میں داخل ہوئیں جن کے خلاف کشمیری مسلمان آج بھی جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر نبرد آزما ہیں۔ قیام پاکستان پر مرزا بشیر الدین نے تقسیم کو عارضی قرار دیتے ہوئے دوبارہ ایک ملک بن جانے کی نوید سنائی "اکھنڈ بھارت" کے قادیانی منصوبے کے تحت ایسے خواب اور رویئے بیان کئے گئے جس سے قیام پاکستان کے عارضی ہونے کے تاثرات مسلمان میں پیدا ہوں۔ ایک خواب یہ بھی تھا جو مرزا بشر الدین محمود کی جانب سے ان کے جریدے الفضل میں شائع ہوا۔

"کہ میں ایک چارپائی پر سویا ہوا تھا کہ مہاتما گاندھی میرے پاس آ کر لیٹ گئے لیکن بہت جلد اٹھ کر چلے گئے" اس سے تعبیر یہ نکالی گئی کہ پاکستان ایک عارضی ملک ہے جو بہت جلد پھر ہندوستان میں ضم ہو جائے گا۔

اس طرح کانگریس کے ایماء پر خود پاکستان کے خلاف سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن طعنے احرار کو دیتے رہے حالانکہ احرار کی تاریخ میں کئی تحریکیں بھارت کے ہندوؤں کے خلاف تھیں، تحریک کپور تھلہ، تحریک کشمیر، تحریک مسجد منزل گاہ سکھر پھر نواکھلی اور بہار کے ہندو مسلم فسادات میں احرار رضا کاروں نے جس ہمت اور شجاعت سے پنجاب سے بہار پہنچ کر مسلمانوں کی مدد کی اسکی مثال نہیں ملتی۔ کانگریس احرار کو اپنا اولین دشمن سمجھتی تھی اس کا اظہار کانگریس نے بار بار اپنے رویے سے بھی کیا اور اپنی زبان سے اس بات کا اقرار بھی کیا۔ جب مجلس احرار اسلام نے ۱۹۳۱ء میں ہندو راجہ کے خلاف تحریک کشمیر کا اعلان کر کے کشمیر پر یلغار کی تو گاندھی نے لندن سے بیان داغا کہ یہ تحریک انگریزوں کے ایماء پر ہندو اور مسلمان کے درمیان نفرت پیدا کرنے کے لئے چلائی گئی ہے اسی طرح کئی مرتبہ گاندھی کی جانب سے احرار کو تشدد کا علم بردار کہا گیا کہ احرار کلہاڑی ساتھ رکھتے ہیں جو تشدد کی علامت ہے حالانکہ میں (گاندھی) عدم تشدد کا قائل ہوں۔ قادیانیوں کا یہ پروپیگنڈہ مسلمانوں میں عارضی طور پر تو کام کر گیا لیکن جھوٹ پر مستقبل طور پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے احرار اور کانگریس کے نام سے اب کتاب چھپ چکی ہے جو محترم رفیق اختر صاحب نے بڑی محنت کے ساتھ ترتیب دی ہے۔ اسے پڑھ کر اس جھوٹ کی حقیقت کھل جاتی ہے کہ احرار کانگریس سیاسی اتحاد کی بات کہاں تک درست ہے۔ احرار کانگریس کے ایجنٹ تھے یا قادیانی؟ جن کے بارے میں اقبال نے ہندوستان اور اسلام دونوں کے غدار تک کہہ دیا تھا۔ آخر وہ کونسے حالات اور واقعات تھے کہ نہرو جیسی شخصیت قادیانیوں کی وکالت کرنے پر مجبور ہو گئی۔ کانگریس یہ سمجھتی تھی کہ اگر قادیانی مسلمانوں کو مکمل طور پر گمراہ کرنے میں کامیاب ہو گئے تو اسطرح کم از کم ہندوستان کے مسلمانوں کی عقیدت کا مرکز مکہ اور مدینہ کی بجائے قادیان بن جائے گا اور ہندوستان کے مسلمانوں سے حب الوطنی کا واسطہ دیکر وہ کام لیا جا سکتا ہے جو اس وقت ممکن نہیں کیونکہ مسلمان کو حضور ﷺ کا امتی ہونے کا شرف جب تک حاصل ہے اسے گمراہ کرنا مشکل ہے۔

قادیانیوں کو اس بات کا بھی بڑا قلق ہے کہ احراریوں نے علامہ اقبال جیسی شخصیت ان سے چھین لی۔ قادیانیوں کے خیال کے مطابق علامہ اقبال اچھے خاصے مرزا غلام احمد اور قادیانی جماعت سے متاثر تھے وہ قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ بھی رکھتے تھے لیکن علامہ انور کاشمیری، امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری، چوہدری افضل حق آئے دن علامہ اقبال کے پاس آتے اور انہیں اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتے رہتے اور بالآخر انہوں نے اقبال

کو ہم سے چھین لیا۔ اس بات کا برملا اظہار علامہ اقبال کے قادیانی بھتیجے اعجاز نے اپنی کتاب "مظلوم اقبال" میں کر دیا ہے۔ چنانچہ قادیانیوں کے ہاں احرار کے خلاف بلا کی شدت کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ اتنی بڑی شخصیت محض احرار کی کاوش سے ان کے چنگل سے نکل گئی جبکہ مجلس احرار اسلام کو اس بات کا اعزاز حاصل ہے کہ اتنے بڑے انسان اور پاک و ہند کی اتنی اہم شخصیت علامہ اقبال ان کی کوششوں سے قادیانی اثر و رسوخ سے باہر آ کر اپنی تحریروں سے قادیانیت پر ایک نئے انداز سے تنقید کرتی ہے جس سے قادیانیوں کے قصر خلافت میں زلزلہ برپا ہو جاتا ہے اور ردِ قادیانیت کی تحریک کو ایک نیا انداز اور نیا رخ میسر آتا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ نے احرار کے سینہ پر یہ تمغہ سجا دیا ہے۔ جس پر وہ دنیا میں بھی سرخرو ہیں اور آئندہ انشاء اللہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی سرخرو ہوں گے۔ ہمارا ایمان ہے اللہ جس سے جو چاہے کام لے لیتا ہے' یہ تمغہ احرار کے سینہ پر ہی سجنا تھا سو سج کے رہا۔ ورنہ اقبال اگر خدا نخواستہ قادیانی ہو جاتے تو مسلمانوں کو کتنے بڑے نقصان کا سامنا کرنا پڑتا اس کے تصور سے بھی ایک مسلمان کا دل کانپ اٹھتا ہے۔

علامہ انور شاہ کاشمیری کی تحریک پر ہی علامہ اقبال نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا مطالبہ کر کے تاریخ محاسبۂ قادیانیت میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا۔ سر فضل حسین وائسرائے کی لجسلیٹو کونسل کے رکن تھے وہ کسی سبب مستعفی ہوئے تو ان کی جگہ سر ظفر اللہ کو مسلمانوں کے نمائندے کے طور پر نامزد کیا گیا۔ اس پر علامہ اقبال نے کے مجلس احرار اسلام کے اس مطالبہ کی مکمل تائید کی اور احتجاج میں مطالبہ بھی کیا کہ سر ظفر اللہ تو سرے سے مسلمان ہی نہیں لہذا اسکا مسلمانوں کا نمائندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ علامہ اقبال نے کہا کہ قادیانی جماعت محض سیاسی مراعات حاصل کرنے کے لئے مسلمانوں میں گھسی ہوئی ہے۔ حالانکہ قادیانی خود مسلمانوں کو مسلمان نہیں بلکہ کافر قرار دیتے ہیں جبکہ مسلمان بھی انہیں کافر کہتے ہیں۔ لہذا قانونی طور پر حکومت وقت کو اس بات کا فیصلہ کرنا چاہئیے کہ قادیانی مسلمان ہیں یا نہیں۔ پھر علامہ انور شاہ کاشمیری نے رحمتہ اللہ علیہ کے ہاتھ پر اعزازی بیعت کر کے انہیں امیر شریعت کا خطاب دیا اور قادیانیت کی تحریک میں انہیں مسلمانوں کا امیر مقرر کیا۔ چنانچہ امیر شریعت نے قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کے مطالبے کو عوامی تحریک میں تبدیل کر دیا اور اب قادیانی قانونی طور پر قیامت تک کے لئے کافر قرار دئیے جا چکے ہیں۔ اگر دیکھا جائے تو مجلس احرار اسلام کا امت مسلمہ کے لئے یہ ایک بہت بڑا کام ہے جس پر دنیا کا ہر مسلمان فخر سے اپنا سر بلند کر سکتا ہے۔ امیر شریعت نے ۱۹۳۴ء میں قادیان فتح کیا جو ہندوستان کے اندر ایک قادیان ریاست بن چکا تھا۔ قادیان کے مسلمان ان کے مقابلے کی جرأت نہیں کر سکتے باہر سے کوئی مسلمان ان کی مدد کو پہنچ نہیں سکتا تھا وہاں کے مسلمانوں کو طرح طرح سے تنگ کر کے یا پھر ان کی جانب دست تعاون بڑھا کر اخلاق سے متاثر کر کے یا پھر نوکری اور شادی کا لالچ دیکر غرضیکہ ہر طرح سے مسلمانوں کو قادیانی بنانے کی کوشش کی جاتی اور جو مسلمان قادیانیوں کے کنٹرول سے باہر ہوتا نظر آتا اسے بڑی آسانی کے ساتھ قادیانی قتل کر دیتے۔ ایسی صورت میں احرار نے امیر شریعت کی قیادت میں ۱۹۳۴ء میں قادیان داخل ہونے کی سرکاری پابندیوں کو توڑتے ہوئے قادیان سے متصل جگہ پر کانفرنس کی قادیانیوں کے جبر کا جادو توڑا۔ احرار نہ صرف قادیان میں داخل ہوئے بلکہ ایک مضبوط و مستحکم مرکز بھی وہاں قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے جس سے قادیان اور قادیان کے گرد و نواح کے مسلمانوں کو قادیانیوں کے خلاف کام کرنے کا حوصلہ ہوا۔ مولانا

محمد حیات فاتح قادیان اور مولانا عنایت اللہ چشتی قادیان میں احرار کے مرکز کے انچارج تھے جنکی قیادت میں قادیان اور اسکے ارد گرد تبلیغ اسلام کے ذریعے قادیانی دجل اور فریب کا پردہ چاک کر کے رکھ دیا گیا۔ قادیانی یہ سب کچھ کیسے بھول سکتے ہیں۔ احرار نے قادیانیوں کے ہر غلط اقدام اور ہر سازش کو مسلمانوں کی اعانت اور اللہ کے فضل سے ناکام بنا کر رکھ دیا۔

یہ بے وسائل لوگ بھی کیا کام کر گئے

دشمن کو ہر اک گام پہ ناکام کر گئے

قیام پاکستان کے بعد بھی قادیانی عزائم مسلمانوں اور خصوصاً پاکستان کے لئے خطرناک ہی رہے وہ اپنی روایات کے عین مطابق ہر وقت اور ہر لمحہ پاکستان کو ایک قادیانی ریاست بنانے کے خواب دیکھتے رہے۔ وہ اس ملک پر اسی طرح سے قبضہ کرنا چاہتے تھے جس طرح یہودیوں نے امریکہ پر کر رکھا تھا اس کام کے لئے انہیں بیرون ملک دشمنانِ اسلام کی پوری امداد بھی مہیا رہی۔ پاکستان کی کلیدی آسامیوں پر قبضہ کیا گیا۔ فوج میں اپنے آدمی بھرتی کر کے بھی کوشش کی گئی کہ پاکستان پر ان کا مکمل کنٹرول قائم ہو جائے۔ کبھی بلوچستان کو احمدی صوبہ بنانے کی کوشش کی گئی تو کبھی مسلمانوں کو مرعوب کرنے کے لئے یہ تک کہا گیا کہ ۱۹۵۲ء نہ گزرنے پائے ملک میں ایسے حالات پیدا کرو کہ دشمن آغوش احمدیت میں پناہ لینے کے لئے مجبور ہو جائے۔ یہ بھی کہا گیا کہ اب وقت آ گیا ہے انتقام لیا جائے گا ملا احتشام الحق، ملا عبدالحامد بدایونی، ملا عطاء اللہ شاہ بخاری اور ملا مودودی سے (الفضل کا ریکارڈ پیش کیا جا سکتا ہے) لیکن اس کے باوجود احرار نے قادیانیوں کا یہ خواب بھی پورا نہ ہونے دیا۔ تحریک ۱۹۵۳ء نے ان کے تمام عزائم کو خاک میں ملا دیا۔ مسلمانوں پر واضح ہو گیا کہ قادیانی نہ تو اسلام کے وفادار ہیں اور نہ ہی پاکستان کے۔ پھر ۱۹۷۴ء کی تحریک میں جو کچھ ہوا۔ پاکستان کے مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف سوشل بائیکاٹ کر کے جس نفرت کا اظہار کیا یہ سب کچھ دراصل نتیجہ تھا مسلمانوں کی ایک سو سالہ اس تحریک کا جو مختلف اوقات میں مسلمانوں نے قادیانیوں کے خلاف جاری رکھی اور اس تحریک میں مجلس احرار اسلام کا کردار ایک مرکزی اور تاریخی ہے۔ ۷ ستمبر ۱۹۷۴ء کا دن پاک و ہند کے مسلمانوں کی سیاسی و دینی تاریخ میں خصوصیت کا حامل ہے جس دن پاکستان کے اندر آئینی اور قانونی طور پر باقاعدہ قومی اسمبلی میں ایک لمبی بحث اور کارروائی کے بعد قادیانیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دے دیا گیا۔ یوں علامہ اقبال کے مطالبے جسکو مجلس احرار اسلام نے ایک عوامی تحریک کی صورت دیکر حکومتِ وقت کو مجبور کر دیا کہ وہ مسلمانوں کے دیرینہ مطالبے کو منظور کرے کو پذیرائی حاصل ہوئی اور وہ پورا ہوا۔ پھر ۱۹۷۶ء میں مجلس احرارِ اسلام کا قافلہ سخت جاں جانشین امیر شریعت حضرت سید ابوذر بخاری رحمتہ اللہ کی قیادت میں ربوہ کی تاریخ میں پہلی بار داخل ہوا اور مسلمانوں کی پہلی مسجد، مسجد احرار کا سنگ بنیاد رکھ کر نماز جمعہ ادا کی۔ آج

یہاں مدرسہ وسکول قائم ہے۔ جس میں مسلمان بچے اور بچیاں اسلام کی تعلیم حاصل کر رہے ہیں، جنرل ضیاء الحق نے ۱۹۷۴ء امتناعِ قادیانیت آرڈیننس جاری کر کے قادیانیوں کو اسلام کے نام پر تبلیغ کرنے اور اسلام کے نام پر لٹریچر شائع کرنے پر بھی پابندی لگادی اور یہ قصہ ایک لحاظ سے اپنے انجام کو پہنچا لیکن قادیانی زخمی سانپ کی طرح زہر گھول رہے ہیں اور اپنی تخریبی کارروائیوں کے ذریعے آج بھی پاکستان کو نقصان پہنچانے میں دن رات مصروف نظر آتے ہیں، پاکستان کے موجودہ سیاسی، معاشی اور معاشرتی حالات کو خراب کرنے میں قادیانیوں کا ایک مرکزی کردار ہے جو اپنی روایت کے مطابق اسلام کے اس قلعے پاکستان کو ہر طرح سے نقصان پہنچانے پر بضد ہیں۔ انہیں اس سلسلے میں بے دین حکومتوں اور خلاف اسلام بین الاقوامی طاقتوں کی پشت پناہی حاصل ہے جن میں یہودی اور بھارتی سرفہرست ہیں۔ تل ابیب اور حیفہ ان سازشوں کا مرکز ہیں جہاں پر بیٹھ کر پاکستان کو تباہ کرنے کے منصوبے بنائے جاتے ہیں۔ یہودیوں کا کروڑوں ڈالر اس منصوبہ بندی پر خرچ ہو رہا ہے ہماری حکومتوں میں بھی امریکہ کے ایماء پر قادیانی ایجنٹ موجود رہے ہیں جنہیں ملکی حالات کو خراب کرنے کی ذمہ داری سونپی جاتی ہے۔ بیرونی مداخلت ہمارے ملک میں خصوصیت کے ساتھ ایک خطرناک صورت اختیار کر چکی ہے۔ مجلس احرار ان حالات سے غافل نہیں ہے۔ ان شاء اللہ، اللہ خداوند تعالیٰ کے فضل و کرم سے جو کچھ احرار سے بن پڑا ان سازشوں کو ناکام بنانے کے لئے کرے گی۔ ایک دن ایسا ضرور آئیگا کہ پاکستان کے قادیانیوں کو پاکستان کے آئین کے سامنے سر تسلیم خم کر کے اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم کرنا پڑے گا۔ یہ آئین پاکستان کی کھلم کھلا خلاف ورزی اب دیر تک جاری نہیں رہے گی۔

آخر میں اتنی گزارش ضرور کروں گا کہ اس داستان کے پڑھ لینے کے بعد بھی قادیانی کو چھوڑئے کسی مسلمان اور پاکستانی کے دل میں احرار کے لئے کوئی کد اور کینہ باقی رہتا ہے تو اس کے لئے ہم دعا ہی کرسکتے ہیں یا پھر اس کاشمیری کی زبان میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ

یارو ہم ایسے لوگوں پر برق ستم لہرانے دو
جتنی گھٹائیں جھوم کے اٹھیں ان سب کو چھاجانے دو
دنیا والے دل والوں کے نام سے اکثر چڑتے ہیں
خونِ دل سے بات بنے گی خونِ دل بہ جانے دو